مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ اور عربی ادب

از: مولانا مدثر جمال تونسوی
(فاضل: جامعہ دارالعلوم، کراچی)

مولانا ذوالفقار علیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے والد محترم ہیں۔ سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ۱۲۲۸ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ بانیانِ دارالعلوم دیوبند میں شمار ہوتے ہیں۔ متوسطات سے اعلیٰ درجے تک، علماء دہلی سے تعلیم حاصل کی۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے نامور شاگرد مولانا مفتی صدرالدین آزردہؒ اور مولانا مملوک العلی نانوتویؒ آپ کے مشہور اساتذہ ہیں؛ بلکہ مولانا مملوک العلی صاحب سے ہی دہلی کالج میں زیادہ تر علوم وفنون کی تکمیل کی۔ عربی زبان وادب پر ماہرانہ دسترس کے ساتھ مغربی علوم اور انگریزی سے بھی خوب واقف تھے۔ فراغتِ تعلیم کے بعد بریلی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے اور اعلیٰ تعلیمی وانتظامی کارکردگی کی بنا پر ڈپٹی انسپکٹر مدارس وتعلیم مقرر ہوئے۔ زندگی کا بڑا حصہ اسی خدمت میں گزارا۔ آخر عمر میں دیوبند ہی رہے۔ ۱۳۲۲ھ میں بعمر ۸۵ سال انتقال ہوا۔ عربی زبان وادب میں آپ کے مقام کا تعارف کراتے ہوئے تاریخ دارالعلوم دیوبند میں لکھا گیا ہے:

”عربی زبان وادب پر بڑی دسترس تھی، دیوانِ حماسہ کی شرح تسہیل الدراسۃ، دیوان متنبّی کی شرح تسہیل البیان، سبع معلقات کی شرح التعلیقات علی السبع المعلقات، قصیدہ بانت سعاد کی شرح ارشاد اور قصیدہ بُردہ کی شرح عطر الوردہ اردو میں تحریر فرمائیں۔ مولانا نے ان شروح میں عربی کے غریب اور مشکل الفاظ اور محاورات کا ایسا سلیس وبامحاورہ ترجمہ اور ایسی دلنشین تشریح کی ہے، جس کی بدولت عربی ادبیات کی یہ سنگلاخ کتابیں طلباء کے لیے نہایت سہل اور آسان ہوگئی ہیں۔ معانی وبیان میں تذکرۃ البلاغت اور ریاضی میں تسہیل الحساب ان کی یادگار ہیں“ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج۱، ص۱۲۴)

مولانا جس وقت مدارس وتعلیم کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے، اس وقت ہندوستان پر برطانیہ کی

حکومت تھی اور برطانوی حکومت اگرچہ ہر لحاظ سے اہل ہند کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً کم سے کم تر پوزیشن میں رکھنا چاہتی تھی؛ مگر مولانا کے اس عہدے پر فائز ہونے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی مولانا کے کمالاتِ علمیہ اور وجاہت وعزت سے حد درجہ متاثر تھے، جس بنیاد پر مولانا کو یہ اہم علمی عہدہ سپرد کیا گیا۔ چنانچہ فرانس کا مشہور مصنف ”گارستان دستاسی“ مولانا کے متعلق لکھتا ہے کہ: ”وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال کے لیے بریلی کالج میں پروفیسر ہوگئے، ۱۸۵۷ھ میں میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، مسٹر ٹیلر ان سے واقف تھے، ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی ذہین اور طباع ہونے کے علاوہ فارسی اور مغربی علوم سے بھی واقف تھے، انھوں نے اردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جو بریلی میں ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے“ (حوالۂ بالا)

مولانا کو عربی ادب سے خاص شغف اور اس فن میں کمال حاصل تھا۔ نظم ونثر دونوں اصناف کے ماہر تھے۔ آپ کا کلام عرب العرباء کی یاد دلاتا ہے؛ البتہ نثر کی بہ نسبت شعر وشاعری اور نظم کا عملی ذخیرہ زیادہ چھوڑا ہے۔ ۱۳۰۷ھ میں عربی زبان میں ایک رسالہ بنام ”الهديةُ السَّنية في ذكرِ المدرسةِ الإسلاميةِ الديوبندية“ لکھا، جس میں بزرگانِ دارالعلوم دیوبند کے اوصاف وکمالات اور سرزمینِ دیوبند کی خصوصیات پر بڑے لطیف اور ادیبانہ انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ اس رسالے میں صنف مبالغہ سے خوب کام لیا ہے۔ قصبۂ دیوبند کی تعریف میں جو کچھ رقم کیا ہے، اس کا یہ حصہ قابل ملاحظہ ہے: ”كُورَةٌ قديلمٌ وقَصْبَةٌ عَظيمةٌ، مدينةٌ كريمةٌ وبَلْدَةٌ فَخِيْمَة، كأنَّها أولُ عُمرانِ عُمِرَ بَعْدَ الطُّوفَان، ذاتَ المَعَاهِدِ الوَسيلةِ والمساجدِ الرفيعةِ والمَعَالِمِ المشهورةِ والمقابرِ المَزُوْرَةِ والآثارِ المَحمودةِ والأخبارِ المَسْعُودَةِ وأبْنِيَةٍ مَرْصُوْصَةٍ وأمْكِنَةٍ مَخْصُوْصَة“ (حیات شیخ الہند ص ۱۳)

قصبۂ دیوبند کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہاں مسلمانوں کے اشراف خاندانوں میں عثمانی نسب کے شیوخ کی کثرت تھی۔ اسی بات کو بتلانے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ کی شان وتوصیف میں جو کلمات لائے ہیں، اس میں تمام اوصاف کو کس خوبصورت پیرائے میں ذکر کیا ہے: ”وَالأشْرَافُ أكْثَرُهُمْ مِنْ وَلَدِ الشَّعِيْدِ، الشَّهِيْدِ، الصَّابِرِ، الشَّاكِرِ، السَّخِي، أنْدَاهُمْ يَدًا وأقْرَبُهُمْ إلٰى رسولِ اللّٰه ﷺ نَسَبًا ومحتدًا وأصلاً محفدًا، مُجهِّزُ جيشِ العُسْرَة، ثَالِثُ الخُلَفَاءِ وَالعَشَرَةِ المُبَشَّرَةِ، مَن هَاجَرَ هِجْرَتَيْنِ وَفَازَ بِالخُطْبَتَيْنِ سَيِّدُنا أبي عَمْرٍ وعثمانُ ذي النورَيْنِ رضي اللّٰهُ عنه وعَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابعين“ (حیات شیخ الہند ص ۱۲)

مولانا مرحوم کی تحریر میں سلاست، روانی اور زورِ بیان کے ساتھ حقائق وواقعات کی صحیح منظر کشی کا عنصر پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔ الہدیۃ السنیۃ میں حضرت نانوتوی، جو عمر میں آپ سے چھوٹے تھے اور پہلے وفات پاگئے تھے، اُن کے متعلق جو کچھ اس رسالے میں تحریر فرمایا، اُس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یَا قَاسِمَ الْخَیْرِ مَنْ لِلْعِلْمِ وَالدِّیْنِ إذَا ارْتَحَلْتَ وَ إرْشَادٍ وَّ تَلْقِیْنِ

اے قاسم الخیر! جب آپ رحلت کرگئے تو علم، دین اور ارشاد وتلقین کا کون کفیل ہوگا۔

یَا قَاسِمَ الخیرِ! مَنْ لِلطَّارِقِیْنَ وَمَنْ لِلضَّارِعِیْنَ مَکْرُوْب ومَحْزُوْن

اے قاسم الخیر! اب مہمانوں، بے وسیلہ سائلوں، غم زدوں اور بے چینوں کا کون کفیل ہوگا۔

یَا قَاسِمَ الخَیْرِ! اِسْمَعْ مَنْ لِکُربَتِنَا یَا قَاصِمَ الضَیْرِ قُلْ مَنْ لِلْمَسَاکِیْنِ

اے قاسم الخیر! سن تو سہی، اے نقصان کی تلافی کرنیوالے تو ہی کہہ! اب مسکینوں کا کون کفیل ہوگا۔

مَنْ لِلْمَدَارِسِ، مَنْ لِلْوَعْظِ، مَنْ لِھُدَیً لِلنِّکَاتِ تَوْضِیْحِ وَتَبْیِیْنِ

مدارس، وعظ وہدایت، نکتہ سنجی اور توضیح وتشریح کا کون کفیل ہوگا۔

مَنْ لِلشَّرِیْعَةِ أوْ مَنْ لِلطَّرِیْقَةِ أوْ مَنْ لِلْحَقِیْقَةِ إِذَا رَسِیْتَ فِی الطِّیْنِ

شریعت، طریقت اور حقیقت کا محافظ کون ہوگا؛ جب کہ تو زیرِ زمین مقیم ہوگیا۔

سَقٰی الإلٰهُ ضَرِیْحاً أنْتَ سَاکِنُهٗ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ یَمْدُدْ بِتَأمِیْنِ

اللہ تعالیٰ اس قبر کو سیراب رکھے جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اور ان پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو آمین کہہ کر (اس دعا میں میری) اعانت کرے، مولانا مرحوم کے آثارِ ادبیہ میں الہدیۃ السنیۃ اور ادبی کتب کی شروحات کے علاوہ ''قصائدِ قاسمی'' میں آپ کے دو عربی قصیدے موجود ہیں۔ پہلا قصیدہ پچپن اشعار پر مشتمل ہے اور دوسرا تیرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ دونوں قصائد سلطان ترکی عبدالحمید خان کی مدح میں لکھے گئے ہیں اور یہ اس وقت کی بات ہے، جب خلافت ترکیہ پر یلغار جاری تھی۔

حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک ریشمی رومال کا جو خاکہ ترتیب دیا تھا، اس کا ابتدائی نقشہ بھی ان قصائد میں نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقشہ ومنصوبہ انھی کابر سے شیخ الہندؒ تک منتقل ہوا، جسے انھوں نے عملی جامہ پہنانے کی اپنی پوری سعی کی۔ اس قصیدے میں انگریزوں کو خطاب کرتے

ہوئے اور سلطان ترکی سے امداد وتعاون اور بیرونی یلغار کی دھمکی دیتے ہوئے کیسا پُرشوکت انداز اختیار کرتے ہیں:

إنْ لَمْ تتُبْ مَنْ جفَاهَا قَدْ عَزَمْتُ عَلَى   إنْ أسْتَعِيْنُ بِسُلْطَانِ الوَرىٰ البَطَلِ

عَبْدِ الحَمِيْـدِ أمـان الخائِفِيْنَ، مُبِيْـدِ   الظَّالِمِيْنَ، سَدِيْـدِ القَوْلِ وَالعَمَلِ

ترجمہ: (۱) اے انگریز! اگر تم اپنی جفاوظلم سے باز نہ آئے تو میں نے بھی عزم کرلیا ہے کہ نڈر بادشاہ سے مدد طلب کروں گا۔

(۲) (وہ) سلطان عبدالحمید ہے جو ڈرے ہوؤں کی جائے امان، ظالموں سے بدلہ لینے والا اور قول وعمل میں سچا ہے۔

اسی طرح سلطان ترکی اور ان کے لشکر کی ہمت بڑھاتے اور حوصلہ بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سَلُّوا سُيُوْفَكُمْ وَاللّٰهُ نَاصِرُكُمْ   عَلى الطُّغَاةِ مِنَ الأوْغَادِ وَالسِّفْلِ

حَتَّامَ حِلْمُكُمْ يُغْـرِيْهِـمْ وَإلىٰ   مَتىٰ سُيُوْفُكُمْ فِي الْجفْنِ وَالْخُلَلِ

ترجمہ: (۱) اپنی تلواریں سونت لو اور ان سرکش کمینے اور گھٹیا لوگوں کے مقابلے میں اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔

(۲) تمہاری بردباری کب تک انہیں ایسی حرکات پر ابھارتی رہے گی اور کب تک تمہاری تلواریں خوبصورت نیاموں میں رہیں گی۔

اہل ترکی روس اور دیگر حملہ آور قوتوں سے عملی طور پر میدانِ جہاد میں نبرد آزما تھے، قربانیاں پیش کررہے تھے؛ جب کہ یہ حضرات ہندوستان میں ان سے بہت دور بیٹھے تھے اور دلی طور پر ہی نہیں، مالی واخلاقی امداد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی؛ لیکن عملی جہاد اور میدانِ جہاد سے باہر رہنے میں بہت فرق ہوتا ہے؛ اس لیے مولانا نے باوجود ترکی بہادروں کی مدح وستائش اور تحریض وترغیب کے اس پہلو سے نظر نہیں چرائی، اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عُذْرًا فَضْلُكُمْ وَالشِّعْرُ بَيْنَهُمَا   فَرْقٌ جَلِيٌ وَأيْنَ الْبَحْرُ مِنْ وَشَلِ

ترجمہ: معذرت! تمہاری فضیلت (یعنی عملی جہاد کی فضیلت) اور میری شعر گوئی، ان دونوں میں تو واضح فرق ہے، بھلا قطرے کی سمندر کے مقابلے میں کیا حیثیت؟

دوسرا قصیدہ بھی بھرپور آہنگ اور شجاعتِ ادبیہ سے معمور ہے۔ اس میں سلطان عبدالحمید

خان کے جہادی جذبے اور مجاہدین کے کردار کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ کریں:

وَلَطَالَمَا فَتَكَتْ جُيُوْشُكَ ... كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدِ

وَقَتَلْتَهُمْ وَهَزَمْتَهُمْ ... وَقَطَعْتَهُمْ حَبْلَ الْوَرِيْدِ

وَلَقَدْ سَفَكْتَ دِمَائَهُمْ ... حَتّٰى جَرَىٰ بَحْرٌ جَدِيْدِ

هَذَا وَسَيْفُكَ قَائِلٌ ... لِدِمَائِهِمْ هَلْ مِنْ مَزِيْدِ

فَاقْطَعْ رُؤُوْسَ الرُّوْسِ ... رَأسَ الكُفْرِ مَلْعُوْنٍ طَرِيْدِ

ترجمہ: کتنے عرصے سے آپ کے لشکر، ضدی کافروں کو سبق سکھا رہے ہیں۔ آپ کے لشکر نے کافروں کو قتل کیا، انھیں شکست دی اور ان کی شہ رگ کاٹ دی۔ تحقیق تو نے ان کا اتنا خون بہایا جس سے نیا سمندر رواں ہوگیا اور تیری تلوار اب بھی مزید خون کی پیاسی ہے۔ روسی کافروں کی گردنیں مارو، یہ ملعون ہیں دھتکارے ہوئے ہیں۔

مولانا مرحوم نے عربی دیوان کی جو شروحات تحریر فرمائیں، وہ آج بھی اپنے معیار پر برقرار ہیں اور اعلیٰ پائے کی شروحات میں شمار ہیں۔ عربی ادب سے ادنی واقفیت رکھنے والا شخص بھی دیوانِ حماسہ، دیوانِ متنبّی، سبع معلقات اور قصیدہ بانت سُعاد جیسی ادبی کتابوں کی اہمیت سے واقف ہے اور یہ بھی کہ یہ کتابیں کس قدر مشکل اور حل طلب کتابیں ہیں۔ مولانا مرحوم نے اُس وقت؛ جب کہ اردو شروحات کا رواج ہی نہیں تھا، اِن مشکل ومحنت طلب کتابوں کو اردو زبان عطا کی۔ اسی لیے مصنف تاریخ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ''یہ سنگلاخ کتابیں طلبا کے لیے نہایت سہل اور آسان ہوگئیں''، اِن شروحات کی تصنیف وتالیف کی ترتیبِ سنین کا علم تو نہیں ہوسکا؛ البتہ اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ ''قصیدہ بُردہ'' کی شرح، اِن شروحات کے بعد تحریر کی۔ قصیدہ بُردہ کی شرح بنام ''عطر الوردہ'' کے خطبے میں تحریر کرتے ہیں:

ترجمہ: ''اما بعد! میرے اوقات کا اکثر حصہ اشعارِ جاہلیت اور اسی نوعیت کے دیگر کم درجے کے دیوان کی شرح میں گزر گیا۔ مجھے اپنی عمر کے اس طرح کے بے فائدہ کاموں میں لگ کر ضائع ہونے پر افسوس ہوا اور مجھے نبی کریم ﷺ کا یہ قول یاد آ گیا ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے وہ لایعنی کاموں کو چھوڑ دے''، پس میں تیار ہوگیا، علماء عرفاء کے ہاں یُمن وبرکت والے قصیدہ بُردہ کی شرح وتوضیح کے لیے اور میں نے اس توضیح وتشریح کا نام ''عِطرُ الوَرْدَ'' رکھا ہے''

مولانا مرحوم کا انداز تشریح وتوضیح بہت نرالا ہے، اس میں خاص وعام کی استعداد کو سامنے

رکھا گیا ہے۔ محض اردو ترجمہ وتشریح پر اکتفا نہیں کیا گیا؛ بلکہ اہل علم اور ذی استعداد طلبہ کے لیے اردو سے پہلے عربی ہی میں مشکل الفاظ کے معانی اور پیچیدہ مقامات کو حل کیا ہے، گویا کتاب کی ایک نہیں دو شرحیں ہوگئیں ایک عربی، دوسری اردو میں، قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردہ کے خطبے میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''پہلے میں نے عربی میں مشکل لغات کا حل اور محاورات کی توضیح پیش کی ہے، جس سے شعر کا مقصد واضح ہوجائے، اس سلسلے میں ملا عبدالغنی القرابا غیؒ کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔ پھر ہندی (اردو) زبان میں شرح کی ہے، جس سے پیچیدہ مقامات حل ہوجائیں اور مغلق مطالب طلبہ کے لیے آسان ہوجائیں اور مزید شوق ورغبت کا باعث ہوں، گویا یہ دو شرحیں ہیں، ایک عربی دوسری اردو میں''

یہاں یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ مولانا مرحوم نے قصیدہ بُردہ کی جو شرح لکھی ہے، وہ محض علمی وادبی ذوق کی تسکین کے لیے نہیں؛ بلکہ اس کے پس منظر میں حبّ نبوی ﷺ کا ایک پر جوش دریا ہے، جو مولانا مرحوم کے قلب وجگر میں موجزن ہے اور مولانا مرحوم اپنی اس عاجزانہ خدمت کو تقرب رسول ﷺ اور اپنی مغفرت کا بہترین وسیلہ وذریعہ قرار دیتے ہیں:

ترجمہ: ''(میں نے یہ شرح) اِس امید پر تحریر کی ہے کہ یہ خدمت میرے گناہوں کا کفارہ اور آخرت کا نیک توشہ بن جائے اور یہ امید کیوں نہ ہو کہ یہ قصیدہ نبی کریم سیدُ الانبیاء ﷺ کی سراسر مدح وتوصیف ہے''۔

''عِطر الوردہ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ: اَشعار میں جن واقعات کی طرف محض مجمل اشارہ ہو، مولانا مرحوم نے ترجمے کے ساتھ ان واقعات کو بھی جامع تفصیل سے ذکر کردیا ہے؛ تاکہ جو شخص ناواقفیت کی بنا پر اشارہ نہ سمجھ سکے، وہ واقعہ ملحوظ رکھ کر شاعرانہ اسلوب سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوسکے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے کی خوبی اور مولانا کے حبّ نبوی ﷺ کی جھلک دیکھنے کے لیے چند اشعار محض ترجمے کے ساتھ پیش کردیں۔ قصیدہ بردہ کے ان پانچ مشہور اشعار کا ترجمہ کس قدر عمدہ کیا ہے:

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمِ
نَبِيُّنَا الآمِرُ النَّاهِيْ فَلاَ أحد اَبَرَّ فِي قَوْلِ لاَمنه ولا نَعَمِ
هُوَ الحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

دَعَا إِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ وَلَمْ یَدانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَلا کَرَمِ

(۱) یہ محمود ہر دو فریق عرب وعجم کے ہیں، یعنی وہ مذکورات سابقہ میں ہر ایک کی طرف مبعوث ہیں اور یہ سب ان کی امت ہیں۔

(۲) یہ سید الکونین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے نبی ہیں، جو ہم کو امور ممنوعہ عند اللہ سے منع فرماتے ہیں اور امور مستحسنہ مثل فرائض وواجبات کی بجا آوری کا حکم فرماتے ہیں، ایسی طرح کہ ان کی مامورات اور منہیات قابل نسخ نہیں ہیں؛ کیونکہ آپ خاتم النبّیین ہیں (کس لطیف پیرایے سے ختم نبوت کا اثبات کیا ہے، فللّٰہ در الشارح)۔

(۳) وہی ہے ایسا محبوب، خداوند تعالیٰ شانہ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کی جاتی ہے، ہر ہول کے لیے ہولہائے روز قیامت سے، جس میں آدمی بزور داخل کیے جائیں گے، یا ایسے ہول (ہولناک منظر) کے واسطے جوان کو بزور مصیبت میں ڈالنے والی ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا، سو جس نے ان کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گی، یعنی ان کا دین الی یوم القیامۃ باقی رہے گا اور نسخ اور تبدیل سے محفوظ؛ کیونکہ آپ خاتم المرسلین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(۵) حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت وسیرت میں سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں اور وہ سب حضرات علیہم السلام آپ سے علم وکرم میں یعنی جمیع صفات ظاہر یہ وباطنیہ میں لگا نہیں کھاتے۔

قصیدہ بُردہ کو جو مقبولیت وشہرت عوام وخواص اور اہل علم واصحاب معرفت کے ہاں حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی عربی وارد و شرح سے اسے ایک نیا مقام ملا ہے، عوام الناس ہی نہیں، طلبہ وعلماء کے لیے بھی یہ شرح نہ صرف عربی ادب سے وابستگی ومعرفت پیدا کرنے کا بہترین خزینہ ہے؛ بلکہ اس کے مطالعہ سے عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر لہریں مشامِ دل وجان کو تر وتازہ کردیتی ہیں۔ درحقیقت مولانا کا ادبی پایہ جس طرح بلند تھا، اس طرح روحانی مقامات میں بھی بلند آشیانہ کے مکین تھے۔ مولانا مرحوم ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ شاید اسی لیے اہل ہند میں عربی ادب کا ذوق پیدا کرنے کے لیے فنِ معانی وبیان میں ''تذکرۃُ البلاغت'' کے نام سے ایک کتاب اردو میں تالیف کی یہ کتاب آج کل دستیاب نہیں ہے؛ البتہ راقم السطور

نے دوران تعلیم جامعہ دارالعلوم کراچی کے ''کتب خانہ علمیہ'' میں اس کا ایک نسخہ دیکھا ہے، جو واقعی اردو دان حضرات کو عربی ادب اورفنِ معانی و بیان سے متعارف کرانے اور اس فن میں بنیادی استعداد پیدا کرنے کے لیے بہت مفید تصنیف ہے۔جگہ جگہ عربی ادب کی اصطلاحات کی وضاحت کے لیے اردو اساتذۂ شعراء کے کلام سے مثالیں پیش کرکے طلبۂ ادب کے لیے بڑی سہولت مہیا کردی ہے۔میاں سید اصغر حسین صاحبؒ ''حیات شیخ الہند'' میں تحریر کرتے ہیں:

''اورفنِ معانی و بیان کونہایت خوبی سے اردو زبان میں دکھلا کر کمال کیا ہے؛ بلکہ زبان اردو میں سب سے پہلے مولانا ممدوح نے اس فن کو جاری کرکے دکھلایا ہے،ایسے باکمال حضرات اب کہاں پیدا ہوتے ہیں'' (حیات شیخ الہند ص ۱۵)

کاش یہ کتاب چھپ جاتی اور ہمارے دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں اس سے مدد لی جاتی تو بہت مفید نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

والله أعلم بالصواب